سیدنا مسیح کی ظفریاب قیامت کے ثبوت

علامہ برکت اللہ صاحب

منجیٔ عالمین کی ظفریاب قیامت مسیحیت کی عمارت کے کونے کا پتھر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقدس پولس رسول فرماتے ہیں کہ :

"اگر مسیح نہیں جی اٹھا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے۔ تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو۔ اگر ہم صرف اسی زندگی میں مسیح میں اُمید رکھتے ہیں تو سب آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں" (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۱۷تا ۱۸)۔

اگر آنخداوند مُردوں میں سے نہیں جی اٹھے تو آپ میں اور باقی بنی اسرائیل کے انبیا میں سوائے آپ کی معصومیت کے کوئی فرق نہیں رہتا۔ اسی سبب سے کلیسیا ابتدا ہی سے اس واقعہ پر زور دیتی چلی آئی ہے اورنجات کا تمام دارومدار منجی عالمین کی ظفریاب قیامت پر رکھ کر یہ خوشی کی خبر دیتی ہے کہ آنخداوند نے گناہ، شیطان، موت اور قبر پر فتح پائی ہے۔ پس وہ ہم گناہ گاروں کو گناہ کی بدترین قید سے نجات دینے پر قادر ہے۔مخالفین مسیحیت بھی اس نکتہ کو جانتے اورسمجھتے ہیں۔ چنانچہ مرزائے قادیانی اپنے مقلدین کو مرتے دم یہی وصیت کرگئے کہ مسیحیت کو ختم کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ وہ یہ ثابت کردیں کہ موت نے دیگربنی اسرائیل کے انبیا کی طرح جنابِ مسیح کو بھی نگل لیاہے۔ پس وہ سری نگر کے محلہ خان یار کی قبر کا ڈھونگ رچاتے ہیں او ر احمقوں کو دام تزویر(فریب کا پھندا) میں پھنساتے ہیں۔

انجیل جلیل کے مجموعہ کی ہر کتاب اوراس کا ہر مصنف اس ایک بات پر متفق ہے کہ منجیٔ عالمین مبارک جمعہ کے روز مصلوب کئے گئے اور مدفون ہوئے اور اتوار کے روز علیٰ الصباح مُردوں میں سے جی اٹھے ۔مسیحیت کی ابتدائی منزل اس کے آقا اورمولا کی ظفریاب قیامت کا واقعہ ہےاوراعمال کی کتاب صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ واقعہ دوازدہ رسولوں کی ابتدائی منادی کا مرکز تھا اوروہ اس واقعہ کے چشم دید گواہ تھے (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۳)۔

سائنس اور فلسفہ کا یہ ایک ادنیٰ اصول ہے کہ ہر واقعہ کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتاہے۔ یہ ایک امر واقع ہے جس کو اعمال کے ابتدائی ابواب کا مطالعہ واضح کردیتاہے کہ منجیٔ عالمین کی صلیبی موت کے بعد جنابِ مسیح کے رسولوں کی ذہنیت ، اُن کے رنگ ڈھنگ اورنظریۂ زندگی میں زمین آسمان کا فرق پیدا ہوگیا تھا۔ وہ جو پہلے خوف کے مارے کواڑ بند کرکے چھپتے پھرتے تھے (یوحنا ۲۰: ۱۹)۔ اب علانیہ تبلیغ کرتے اور بے دھڑک ہوکر سب کے سامنے آتے ہیں (اعمال ۴: ۱)۔ پہلے یہودی بزرگوں اور امام اعظم کے خیال ہی سے اُن کے بدنوں پر رعشہ طاری ہوجاتا تھا ،لیکن اب وہی قائدین قوم اور سردار کاہن ان دہقانوں سے خائف وترساں ہیں(اعمال۴: ۱۳۔ ۲۰؛ ۵: ۲۵۔ ۳۰ وغیرہ)۔ لازم ہے کہ اس قدر حیرت انگیز تبدیلی کا کوئی زبردست سبب بھی ہو۔ منجیٔ عالمین کی صلیبی موت کے بعد آپ کی ظفریاب قیامت کے عظیم الشان واقعہ کے علاوہ کوئی اَورواقعہ رونما نہیں ہوا تھا جو خاطر خواہ طورپر اس زبردست نتیجہ کا حامل ہوسکے۔ جو لوگ قیامتِ مسیح کے واقعہ کے منکر ہیں اُن پر یہ لازم

ہوجاتاہے کہ رسولوں کی ذہنیت کی عظیم تبدیلی کا سبب بتائیں، ورنہ ایمان داری کو کام میں لا کر منجیٔ عالمین کی قیامت کے واقعہ کا اقبال کرلیں۔

منجیٔ عالمین کو کسی غیر معروف اوردور افتادہ مقام میں صلیب نہیں دی گئی تھی۔ ارضِ مقدس کے یہود مبارک جمعہ کے دن یروشلیم کے مقدس شہر میں عید منانے کے لئے جمع تھے اور گورنر پیلاطس نے سردا رکاہن کے ایما اوریہودی ہجوم کے ہلڑ مچانے پر آپ کو دیگر مجرموں کے ساتھ علانیہ مصلوب کرایا تھا۔ پس تمام اہل یہود، کیا رؤسا اورکیا عوام سب کے سب آپ کی صلیبی موت سے واقف تھے اورسب پریہ امر روشن ہوچکا تھا کہ آپ صلیب پر مرگئے تھے۔ اب انہی یہودی رؤسا، عمائدین قوم اور عوام کے سامنے دوزادہ(بارہ) رسول بار بار گواہی دیتے ہیں کہ منجیٔ جہاں مُردوں میں سے جی اٹھے ہیں(اعمال ۳: ۱۳تا ۱۵ وغیرہ) اوران کی تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوتاہے کہ یہی یہود جنہوں نے اپنی آنکھوں سے آپ کومرتے دیکھا تھا ہزاروں کی تعداد میں آپ کی ظفریاب قیامت پر ایمان لے آتے ہیں (اعمال ۲:۴۱؛ ۴: ۲، ۶: ۷ وغیرہ)۔اگر جناب مسیح فی الواقع مُردوں میں سے نہیں جی اٹھے تھے تواُن لوگوں نے (جوآپ کی موت کے چشم دید گواہ تھے) ہزاروں کی تعداد میں یہ خلافِ عقل بات کس طرح مان لی؟اوروہ بھی ایسے ناموافق حالات میں جو حوصلہ شکن اورکمر توڑ تھے ۔کیونکہ سردار کاہن اور قائدین یہود ایذا دینے اور مخالفت کرنے پر تلے ہوئے تھے(اعمال ۴ :۱۔۲۹؛ ۵: ۳۳؛ ۶: ۱۲؛ ۸: ۱وغیرہ)۔

جب یروشلیم کی مسیحی کلیسیا کو اہل یہود کی متواتر مخالفت اورپے درپے کی ایذا رسانیوں نے پراگندہ کردیا تو جناب مسیح کے رسول اور دیگر ایمان دار ارضِ مقدس کے دیگر مقامات کی جانب حکم خداوندی کے مطابق ہجرت کرگئے اور بعض شام، ایشیاہ اور یورپی ممبالک کی جانب بڑھے۔ لیکن جہاں بھی وہ گئے وہ منجیٔ عالمین کی ظفریاب قیامت کی خوشخبری کااعلان کرتے گئے ۔تاریخ اس امر پرگواہ ہے کہ پہلی صدی میں ہر ملک اورہر مقام کے یہودو غیریہود مسیحی جن میں لاکھوں لکھے پڑھے اورہزاروں عالم تھے، اس بات پر صدقِ دل سے ایمان رکھتے تھے اورہر مقامی کلیسیا کے وردِ زبان(زبان پرچڑھا ہوا۔ازبر) یہی عقیدہ تھا کہ" مسیح پنطیس پیلاطس کی حکومت میں مصلوب ہوا، مرگیا ، دفن ہوا اور تیسرے روز مردوں میں سے جی اٹھا "۔ یہی عقیدہ دوہزار سال سے کلیسیا کے وردِ زبان رہاہے اورآج بھی ہر ملک ، قوم اور نسل کی کلیسیا کا یہی عقیدہ ہے۔

اعمال کی کتاب کا مطالعہ اس امر کو روشن کردیتاہے کہ رسولوں کی تبلیغ کا مرکز قیامتِ مسیح کا واقعہ اوراس کے حقیقی معانی کوظاہر کرنا تھا (۲: ۳۶؛ ۱۰: ۴۰۔ ۴۲ وغیرہ، مقابلہ کرو رومیوں ۱: ۴) ۔رسولوں کے مکتوبات ثابت کرتے ہیں کہ اس واقعہ کے مطالب ومعانی خدا کی ذات وصفات کے سمجھنے میں نہایت ممد اور معاون ثابت ہوئے(۱ ۔تھسلنیکیوں۱: ۱۰؛ اعمال ۵ :۲۹۔ الخ؛ افسیوں ۱: ۱۹؛ ۱۔پطرس ۱: ۲۱ وغیرہ)۔اسی ایک واقعہ کی روشنی میں رسول نہ صرف خدا کی ذات وصفات کے تصور کو واضح کرتے تھے ،بلکہ دیگر مسائل کو بھی سمجھاتے تھے ۔ مثلاً روح القدس کا مسئلہ (رومیوں ۸: ۱۰، ۱۱)، کفارہ کا مسئلہ (رومیوں ۴: ۲۵) ،اخلاقی روحانی زندگی کا مسئلہ (۲۔کرنتھیوں۵: ۱۵؛ افسیوں۲: ۵؛ کلسیوں ۲: ۱۳؛ ۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۱۷)، فنا اور بقا کا مسئلہ (۱۔کرنتھیوں باب۱۵؛ ۲۔تیمتھیس ۱: ۱۰)وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ اس ایک واقعہ نے انسانی زندگی پر نئے سرے سے روشنی ڈال کر اس کے مختلف پہلوؤں کے مطلب ، مفہوم اورمقصد کو کلیتہً بدل دیا اوراب حقیقی مسیحی زندگی کا مطلب ہی یہ سمجھا گیا کہ وہ صرف موت ہی سے نکلتی ہیں۔

اگر قیامتِ مسیح ایک امرِ واقعہ نہ تھا تو یہ تمام اُمور ایک زبردست مُعَمّا کا لامتناہی سلسلہ بن جاتے ہیں، جن کا کوئی دوسرا حل سجھائی نہیں دیتا۔ اگر بارہ رسول قیامتِ مسیح کے ماننے اور اُس کا پرچار کرنے میں محض ایک ذہنی دھوکا، سراب، وہم اور مغالطے کا شکار تھے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا محض وہم اور وسوسہ میں اس قدر طاقت، قوت اور زندگی ہوسکتی ہے کہ خدا اور مذہب کے بنیادی تصورات ایک معقول نظام میں مربوط ہوکر دنیا کی کایا پلٹ دیں؟ ہر شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے، اس قسم کے مضحکہ خیز نظریہ کو رد کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اس قدر عظیم الشان تبدیلی کا صرف ایک ہی واحد اور مکتفی سبب ہوسکتا ہے اور وہ قیامتِ مسیح کا عظیم واقعہ ہے۔